پس قرآن فہمی کا ایک قرآنی اصول یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کیلئے قرآنِ کریم خود کافی ہے۔

۱۱۔ قرآنِ کریم کا مفسّر خود اللہ تعالیٰ ہے

● کسی کتاب کی تفسیر وہ شخص کرتا ہے جو صاحبِ کتاب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ اور یا کم از کم صاحبِ کتاب کے علم کے برابر کے علم کا مالک ہو۔ لیکن یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ کے علم سے زیادہ علم رکھنا تو کُجا، اُسکے علم کے برابر علم رکھنے کا بھی کسی فرد کے متعلق تصور تک نہیں کیا جا سکتا اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تفسیر خود کر دی ہے۔ اور اس حقیقت کو نفی اثبات کے حصر کیساتھ بالفاظ ذیل بیان کیا ہے :۔

● وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ؕ ۲۵/۳۳ = اے رسولؐ! لوگ آپکے پاس قرآن کی مثل نہیں لائیں گے۔ مگر ہم ہی ہیں جو آپکے پاس حق قرآن بھی لاتے ہیں اور اسکی احسن تفسیر بھی (ہم ہی لاتے ہیں)۔

۱۲۔ قرآنِ کریم میں تضاد و تخالف ہرگز نہیں

● اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ ۴/۸۲ = لوگ قرآن میں تدبّر کیوں نہیں کرتے۔ (یعنی انہیں قرآن میں غور کرنا چاہیئے۔ اور اس اساس پر غور کرنا چاہیئے کہ اسمیں اختلاف ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے) حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ غیر اللہ کیطرف سے ہوتا تو لوگ اسمیں (معمولی نہیں بلکہ) بہت زیادہ اختلاف موجود پاتے۔

قرآنِ کریم کی سات قرءتوں کا تصوّر

● آیتِ بالا سے اللہ تعالیٰ کا دعویٰ اظہر من الشمس ہے کہ قرآنِ کریم میں تضاد و تخالف ہرگز موجود نہیں۔ اسکے برعکس یہ تصوّر مطلقاً حقائقِ قرآنیہ کے خلاف ہے کہ قرآنِ کریم الگ الگ سات قرءتوں پر نازل ہُوا تھا، جیسے کہ بخاری شریف میں امیر المومنین عمرؓ کی روائت ہے :۔

● مَیں نے ہشامؓ بن حکیم کو آنحضرت صلعم کی زندگی میں سُورہ فرقان پڑھتے ہُوئے سُنا تو دیکھا کہ وُہ بہت سے ایسے حروف کے ساتھ پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں اُن پر حملہ کر دوں۔ لیکن میں نے صبر کیا۔ یہانتک کہ اُنہوں نے سلام پھیرا۔ تو میں نے چادر اُن کے گلے میں ڈال دی۔ اور کہا کہ تجھے یہ سُورت کس نے پڑھائی ہے اُس نے کہا رسول اللہ نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا جس طرح تم پڑھتے ہو مجھے تو اِس طرح نہیں پڑھایا ہے۔ چنانچہ میں اُن کو کھینچتا ہُوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ اور عرض کیا میں نے اِن کو سُورہ فرقان اُن طریقوں میں پڑھتے ہُوئے سُنا ہے جو آپنے مجھے نہیں پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ اِسے چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ اَے ہشّام پڑھو۔ جس طرح میں نے ان کو پڑھتے ہُوئے سُنا تھا۔ اُنہوں نے اُسی طرح پڑھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن اِسی طرح نازل کیا گیا ہے پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اَے عمرؓ اتم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا۔ اُسی طرح میں نے پڑھا آپ نے فرمایا کہ قرآنِ کریم اِسی طرح نازل کیا گیا ہے۔ یہ قرآن سات قرءتوں پر اُترا ہے۔ جو تم سے آسانی سے ہو سکے پڑھو۔ (بخاری شریف مطبوعہ قرآن محل کراچی جلد سوم صفحہ ۹۲۳) واضح رہے کہ ۴/۸۲ کے مطابق چونکہ قرآنِ کریم میں اختلاف کا گُزر تک نہیں۔ اس لیئے مذکورہ بالا سات قرءتوں کا تصوّر دینے والی روائت قرآنِ کریم کی رُو سے محلِّ نظر ہے

۱۳۔ قرآنِ کریم میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ لیکن اصلِ کتاب محکمات ہیں

● هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۳/۷ ۔ (اے رسول!) وہ اللہ ہی ہے جس نے آپ کی طرف اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔ اِس میں آیات محکمات ہیں۔ وہ اصلِ کتاب ہیں اور دُوسری قسم ہیں آیات متشابہات (جو بظاہر مختلف مگر حقیقت میں محکمات سے ملتی جلتی اور اُن کی مثل و مانند ہیں) پھر جن لوگوں کے اذہان ٹیڑھے ہیں وہ اس کتاب میں سے متشابہات کے اُس (مفہوم) کی اتباع کرتے ہیں جس میں محکمات کے خلاف شبہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی غرض اس میں فتنہ کی تلاش اور من مانی تاویل ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ قرآنی علم میں پکے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اِس قرآن پر ایمان لائے ہیں (محکمات و متشابہات) سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ (وُہ لوگ متشابہات کو محکمات کی مثل و مانند مانتے ہیں۔ انہیں باہم متضاد و متخالف نہیں جانتے)۔

● یہ لفظ متشابہات متشابہ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ۶/۱۴۱ میں قرآنِ کریم نے خود بتا دیا ہے ملتا جلتا اور مثل و مانند۔ جیسے کہ ارشاد ہُوا ہے:۔ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے کھجوریں مختلف ذائقوں کے اجناس زیتون اور انار مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۶/۱۴۱ یعنی ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ پس جس طرح اس آئت میں مُتَشَابِهًا کا معنیٰ ہے ملتے جلتے اور مثل و مانند۔ اِسی طرح متشابہ کی جمع متشابہات کا معنیٰ بھی یہ ہے کہ وہ محکمات عین ملتی جلتی اور مثل و مانند ہیں۔ مختلف و متضاد ہرگز نہیں۔ اور اُن کی تاویل خود اللہ تعالیٰ نے محکمات میں کر دی ہے جن کی وُہ متشابہ یعنی مثل و مانند ہیں۔

● دیکھئے! آئتِ صدر سے ثابت ہے کہ متشابہات کی اِتباع ٹیڑھے ذہن کی نشانی ہے۔ پس اگر قرآنِ کریم کی دو آئتوں کے مفہوم میں بظاہر تضاد و تخالف پایا جائے تو اُسکے دُور کرنے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اِن میں سے محکم کونسی ہے اور متشابہ کون سی ہے۔ تاکہ متشابہ آئت مجیدہ کو محکم کے ماتحت رکھکر اُسکے مطابق مفہوم اخذ کیا جائے۔ اِسکے ضمن میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:۔

کیا ہدائت یا گمراہی انسان خود اختیار کرتا ہے؟ یا خود اللہ تعالیٰ کسی کو ہدائت دیتا اور کسی کو گمراہ کر دیتا ہے

● ہدائت و گمراہی کے متعلق آیاتِ قرآنیہ میں اچھا خاصہ ٹکراؤ پایا جاتا ہے بعض آئتوں کے لفظی ترجمہ سے یہ برآمد ہوتا ہے کہ اللہ ہی ہدائت دیتا اور وُہی گمراہ کرتا ہے۔ مگر بعض آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہدائت پانا یا گمراہ ہو جانا انسان کا اپنا کام ہے۔ اور اس بظاہر تضاد کو دُور نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں صدیوں سے یہ عقیدہ چل رہا ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدائت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اور جسے وُہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدائت دینے والا نہیں۔ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۷/۱۸۶ ۔ اور یہی آئت مجیدہ جمعہ کے خطبوں میں بار بار دُہرائی جاتی ہے۔ حالانکہ بات بالکل سیدھی ہے کہ اگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدائت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے تو ہدائت پانے والے کی کیا خوبی ہوتی اور گمراہ ہونے والے کا قصور کیا؟ اور اس پر جزا سزا کا کیا مطلب؟ نیز خود گمراہ کر دہ عذاب کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ واضح رہے کہ یہ ننگِ زماں نظریہ مکافاتِ عمل کی پوری عمارت کو یکسر منہدم کر دیتا ہے۔ ذیل میں ہدائت و گمراہی سے متعلقہ آیات کا تقابل ملاحظہ فرمائیں کہ

بظاہر کتنا تضاد ہے جسکا حل ۳/۷ میں دیدیا گیا ہے :-

اللہ ہی ہدائت دیتا اور وُہی گمراہ کرتا ہے

و- ● ١ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۷/۱۷۸ -
جسے اللہ ہدائت دے وہی ہدائت پانیوالا ہے

● ۲ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۷/۱۸۶
جسے اللہ گمراہ کردے اُسے کوئی ہدائت دینے والا نہیں

انسان خود ہدائت پاتا اور خود گمراہ ہوجاتا ہے

ب - ● ١ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۳۹/۴۱ -
جس نے خود ہدائت پائی اسکا فائدہ اُسی کیلئے ہے -

● ۲ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۳۹/۴۱ -
اور جو خود گمراہ ہُوا پس بیشک اسکا وبال اُسی پر ہے

دیکھئے ! :-

● ان آیات کریمات میں بظاہر کتنا بڑا تضاد ہے۔ لیکن ۳/۷ کی قرآنی خبر کے مطابق یہ معلوم کرنا ہے کہ ان میں سے محکم کونسی ہیں اور متشابہ کونسی۔ تاکہ متشابہات کو محکمات کے مطابق لیکر اس ظاہری تضاد کو ختم کیا جائے۔ اب غور فرمائیں اگر آیات و کو محکم مانا جائے جن کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اللہ ہی ہدائت دیتا اور وُہی گمراہ کرتا ہے تو قرآنِ کریم کا بتایا ہُوا مکافاتِ عمل یعنی جزا سزا کا سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کھلے بندوں ظالم ٹھہرتا ہے کہ خود ہی گمراہ کرتا ہے اور خود ہی سزا دیتا ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ آیات کریمات و متشابہ ہیں اور آیات کریمات ب محکمات ہیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ انسان خود ہی ہدائت پاتا ہے اور خود ہی گمراہ ہوجاتا ہے۔ اسلئے ۳/۷ کے مطابق لازم ہے کہ متشابہات کو محکمات کے ماتحت رکھ کر محکمات کے مطابق مفہوم اخذ کیا جائے۔

● اب رہا یہ سوال کہ آیات و کا مفہوم آیات کریمات ب کیمطابق قواعد کے کونسے قاعدے کی رُو سے صحیح ہوسکتا ہے؟
جواباً عرض ہے کہ آیات و کی ہر دو آئتوں پر الگ الگ غور فرمائیں۔ آئت مجیدہ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۷/۱۷۸ میں مَنْ متضمن بمعنٰی شرط ہے۔ شرط محذوف ہے اور تقدیرِ کلام یہ ہے :- مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَاِنْ قَامَ عَلَى الْهُدٰى فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ = جسے (اپنے نازل کردہ ہدائت نامہ کے ذریعہ) اللہ ہدائت دے۔ پھر اگر وُہ اللہ کی ہدائت قرآن پر قائم رہے تو وہی ہدائت پانیوالا ہے
اور اسی طرح آئت مجیدہ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ میں يُضْلِلْ باب افعال سے ہے۔ جسکا خاصہ وجدان بمعنٰی پانا یہاں کام کر رہا ہے۔ نیز اس میں بھی مَن متضمن بمعنٰی شرط ہے۔ شرط محذوف ہے۔ اور تقدیرِ کلام یہ ہے :- مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَاِنْ قَامَ عَلَى الضَّلٰلَةِ فَلَا هَادِيَ لَهٗ = جسے اللہ گمراہ پائے، یعنی جو کوئی ہدائتِ خداوندی سے اعراض کرتا ہو۔ پھر اگر وہ گمراہی پر اڑا رہے تو اُسے کوئی ہدائت دینے والا نہیں۔

متشابہات کی ایک اہم مثال ۳

● ہدائت وگمراہی کے ضمن میں ۲۲/۱۶ میں ارشاد ہُوا ہے :- وَاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ۔ قواعد کی رُو سے اس آئت کے ذیل کے دونوں معنے دُرست ہیں :-

و- اور بیشک اللہ تعالیٰ جس کیلئے خود ارادہ کرتا ہے اُسے ہدائت دیتا ہے :-
ب- اور بیشک اللہ اُسے ہدائت دیتا ہے۔ جو ہدائت پانے کا خود ارادہ کرتا ہے۔

● اَب ظاہر ہے کہ یہ متشابہ آئت ہے۔ ٹیڑھے ذہنوں والے اسکی رُو سے ہدائت و گمراہی کو اللہ کے ذمہ لگا کر اُسی
ہو انسان کی جملہ بدکرداریوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ لیکن اس متشابہ آئت کا فیصلہ انہی الفاظ پر مشتمل ذیل کی محکم آئت
مجیدہ نے بالفاظِ ذیل کر رکھا ہے:۔

● یَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۴۲/۱۳ ۔ واضح رہے کہ قواعد کی رُو سے اس آئت کا صرف اور صرف یہی ایک معنی ہے کہ:۔ اللہ
تعالیٰ صرف اُس کو ہدائت دیتا ہے جو اُسکی طرف خود رجوع کرتا ہے۔ یاد رکھئے کہ اُمّت کے متعدّد و متنازعہ مسائل ایسے ہیں جن کیلئے ہر
طالبِ فکر قرآنِ کریم ہی سے دلائل مہیا کرتا ہے۔ لیکن فریقین جو قرآنی دلائل کیساتھ ایک ہی مسئلہ کو منفی اور مثبت دونوں صورتوں
میں ثابت کر دکھاتے ہیں۔ مثلاً "رسول اللہ بشر بھی ہیں اور نور بھی۔ عالم الغیب بھی ہیں اور نہیں بھی۔ فوت بھی ہو چکے ہیں اور زندہ
بھی ہیں۔ اگر ان مسائل سے متعلقہ قرآنی آیات محکمات و متشابہات کی تمیز کر لی جائے تو تمام متنازعہ مسائل فوراً حل ہو جاتے ہیں۔

محکمات و متشابہات کے چھ تمیزی نشانات

I۔ ہر وہ آئت مجیدہ محکم ہے جس کا گرامر کی رُو سے صرف ایک معنی برآمد ہوتا ہو۔ اور
ہر وہ آئت متشابہ ہے جسکے قواعد کی رُو سے ایک سے زائد معنے لئے جا سکتے ہیں
جیسے کہ اُوپر درج آئت مجیدہ اَنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ۲۲/۱۶ متشابہ ہے کیونکہ اسکے ایک سے زائد معنے لئے جا سکتے ہیں مگر یَهْدِیْۤ
اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۴۲/۱۳ محکم ہے کیونکہ قواعد کی رُو سے اسکا صرف ایک ہی معنی لیا جا سکتا ہے۔

II۔ ہر وہ آئت مجیدہ جس میں کوئی لفظ مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہو متشابہ ہے اور جس میں حقیقی معنوں میں آیا ہو وہ محکم
ہے۔ جیسے کہ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ ۲/۹۳ میں اُشْرِبُوْا کا حقیقی معنی لگ ہی نہیں سکتا کہ بنی اسرائیل کے قلوب میں بچھڑا گھول
کر پلایا گیا تھا۔ بلکہ اسکا مجازی معنی ہی لیا جا سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ذہنوں میں بچھڑے کی معبودیت راسخ کر دی گئی تھی۔ اور
اسیطرح یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۴/۱۰ بھی متشابہ ہے۔ جس کا حقیقی معنی لیا ہی نہیں جا سکتا کہ یتیموں کا مال کھانے والے اپنے
پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اور كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ ۲/۶۰ محکم ہے جس کا حقیقی معنی ہی لیا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رزق
میں سے کھاؤ۔

III۔ ہر وہ آئت مجیدہ جس میں کوئی لفظ تشبیہ، محاورہ یا استعارہ کے طور پر آیا ہو متشابہ ہے، جیسے كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ
اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۵/۶۴ میں لڑائی کی آگ اور اُسے اللہ بجھا دیتا ہے" کے جملے محاورہ اور تشبیہ کے طور پر آئے ہیں۔ حقیقت کے طور
نہیں آئے۔ یَدُ اللّٰهِ ۴۸/۱۰ اور وَجْهَهٗ ۲۸/۸۸ کے الفاظ میں یَد اور وَجْه کا معنیٰ اللہ کا ہاتھ اور منہ نہیں بلکہ اللہ کی قوت اور اُس کی
ذات ہے۔ یہ آیات بھی متشابہ ہیں۔ کیونکہ ان میں یہ الفاظ استعارۃً استعمال ہوئے ہیں۔

IV۔ ہر وہ آئت جسکے ظاہری معنوں سے مشاہداتِ عالم کے کسی بھی گوشے کی مخالفت ہوتی ہو۔ متشابہ ہے۔ مثلاً وَجَدَهَا تَغْرُبُ
فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ ۱۸/۸۶ متشابہ ہے جسکا لفظی ترجمہ یہ ہے:۔ "پایا سورج کو کہ غروب ہوتا تھا ایک دلدلی چشمے میں"۔ حالانکہ مشاہدہ یہ ہے کہ
سورج غروب ہوتا ہی نہیں۔ اِس آئت مجیدہ کا مشاہداتی معنی یہ ہے کہ:۔ پایا سورج کو جو ایک دلدلی چشمے میں غروب ہوتا (معلوم
ہوتا تھا)۔

V۔ وہ اجمالی آیات مقدسات بھی متشابہ ہیں۔ جن میں مسئلہ مذکور کی تفصیل محذوف ہو۔ مثلاً اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۱۳/۱۷

2/22 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے۔ یہ اجمالی آیت مجیدہ متشابہ ہے جس سے یہ تصور بھی پیدا کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بادلوں کے بغیر پانی برساتا ہے۔ اور ذیل کی آیت محکم ہے جسمیں اسکی وضاحت کر دیگئی ہے کہ پانی بادلوں سے نازل کیا جاتا ہے :- وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا 9/35 = اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ پھر وہ (سورج کی تمازت سے پیدا کردہ بخارات) بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں پھر ہم انہیں مُردہ زمین کی طرف چلا دیتے ہیں۔ پھر ہم اسکے ساتھ زمین کے مرجانے کے بعد اسے زندہ کر دیتے ہیں۔

VI- ہر وہ آیت مجیدہ جس سے سورہ فاتحہ کے سات عنوانات میں سے کسی ایک کی بھی مخالفت برآمد ہوتی ہو متشابہ ہے۔ کیونکہ قرآن فہمی کے اصول کے طور پر ارشاد ہوا ہے :- وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ 87/15 = اور اے رسول بلاشبہ ہم نے آپکو دہرائے ہوئے سات عنوان یعنی بلند پایہ قرآن عطا فرمایا ہے۔ اس آیت مجیدہ کی رُو سے سورہ فاتحہ جو سات عنوانات پر مشتمل ہے قرآن کریم کی فہرست اور اسکا پیش لفظ ہے۔ اور یہ قرآن کریم کی پہلی سورت ہے۔ اسی لئے اسکا نام ہے سورہ فاتحہ یعنی کتاب اللہ کا افتتاح کرنیوالی۔ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ کے سات عنوان یہ ہیں جن کی مخالفت ہرگز نہیں کیجائیگی۔ جس آیت سے اسکے کسی عنوان کی مخالفت برآمد ہوتی ہو۔ اسکے مجازی معنے لیکر سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ کیساتھ پوری مطابقت قائم رکھنا ضروری ہے۔

۱- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ 1/1 کے مطابق قرآن کریم کی پوری تعلیم ربوبیتِ عالمین کے بنیادی اصول پر قائم ہے۔

۲- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 1/2 کے مطابق اللہ کی عطا کردہ مفت نعمتوں میں انسانی محنت شامل کیجائیگی۔ سب لوگ کام کریں گے کوئی کسی کا استحصال نہیں کریگا۔ اور تمام پیداوار کی متوازن تقسیم کیلئے ربوبیتِ عالمین کی اساس پر متوازن معاشرہ قائم کیا جائیگا جیسے کہ خود نبی اکرمؐ قائم کر کے دے گئے تھے۔

• آگ پانی مٹی ہوا دھوپ وغیرہ مفت نعمتیں اللہ کی صفت رحمانیت کا ظہور ہیں۔ اور انسان کی محنت سے جو کچھ میسر آتا ہے وہ اسکی صفت رحیمیت کا ظہور ہے۔

۳- مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ 1/3 کیمطابق جزا سزا کا دن اٹل ہے جسمیں اس زندگی کے اعمال کی جوابدہی کیلئے حضورِ الٰہی میں ضرور حاضر ہونا ہے

۴- اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ 1/4 کیمطابق فرمانبرداری بھی خالص اللہ تعالیٰ کی کیجائیگی اور مدد بھی صرف اُسی سے مانگی جائیگی۔

۵- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ 1/5 کیمطابق مذکورہ بالا چار شقوں میں مذکور صراطِ مستقیم پر دائمی قیام کی طلب جاری رکھی جائیگی۔

۶- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ 1/6 کیمطابق جن حضرات پر اللہ تعالیٰ نے انعام نبوت فرمایا تھا۔ اُن سب کا راستہ بھی یہی تھا کہ وہ :- ① ربوبیتِ عالمین کے عامل تھے۔ ② اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مفت نعمتوں میں انسانی محنت شامل کر کے زیادہ سے زیادہ سامانِ زیست حاصل کرتے تھے۔ کوئی کسی کا استحصال نہیں کرتا تھا۔ سب نے ایک متوازن معاشرہ قائم کیا تھا ③ سب کی تعلیم روزِ جزا کی جوابدہی کی اساس پر قائم تھی ④ سب کے سب اللہ کی فرمانبرداری کرتے تھے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب فرمایا کرتے تھے۔ اور ⑤ سب کے سب اسی صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کیلئے حضورِ الٰہی میں دعا فرمایا کرتے تھے۔

۷- غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ 1/7 کے مطابق سب کے سب نبی رسولؐ اللہ تعالیٰ کے پورے پورے فرمانبردار تھے اُن پر کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہیں ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کا راستہ گم نہیں کیا تھا۔ اس ساتویں شق کے

مطابق وہ تمام آیاتِ کریمات جن سے کسی بھی نبی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا تصور پیدا ہوتا ہو متشابہ ہیں۔ اُنکا مفہوم سُورہ فاتحہ کی آخری آیت کیمطابق لیا جائیگا۔ کہ اُن پر اللہ تعالیٰ ناراض نہیں ہوا تھا کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اللہ کا راستہ گم نہیں کیا تھا۔ اِسی طرح السید سلیمانؑ سے حکومت کے چھن جانے اور مچھروں کے ہاں نوکری کرنے، السید زکریاؑ کو آرے کیساتھ چیرے جانے، السید داؤدؑ کا ہمسائے کو جنگ میں بھیجکر اُسکی بیوی حاصل کرتے، اور اللہ تعالیٰ کے ناراض ہو جانے، نیز انشاء اللہ نہ کہنے سے نبی اکرمﷺ پر ناراضگی کے طور پر کئی دِن کیلئے وحی بند ہو جانے کے جملہ تصورات مطلقاً باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں نے ایسا کوئی کام ہی نہیں کیا تھا جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لازم ہو جاتی۔

(نوٹ) سُورہ فاتحہ قرآنِ کریم کا پیش لفظ ہونے کیساتھ ساتھ تحریکِ محمدی کا سات نکاتی منشور بھی ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا سات شِقّیں قرآن مجید کے پیش لفظ اور آنحضور کے منشور کے طور پر خود بھی اکرمؐ کے تکلّم کیساتھ اپنے الفاظ میں عطا فرمائی تھیں۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کے باہمی وصل کا حکم دے رکھا ہے

● ۱ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ $\frac{1}{5}$ میں حقتعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ لیا ہے کہ وہ فرمانبرداری بھی خالص اللہ کی کرینگے اور مدد بھی خالص اُسی سے مانگیں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ دعوٰی تو ہو خالص اللہ کی فرمانبرداری کا اور مدد مانگتے پھریں غیر اللہ سے۔

● ۲ نیز اللہ تعالیٰ نے اللہ و رسول میں فرق نہ کرنے کا حکم دیا ہے $\frac{4}{150}$۔ اِس طرح کہ اللہ کے حکم سے الگ رسول کا کوئی حکم نہیں۔ رسولﷺ مقبول اللہ کا حکم پہنچانیوالے تھے۔ پس اللہ و رسول میں اسطرح کے فصل سے منع کر دیا گیا کہ یہ حکم اللہ کا ہے اور یہ حکم رسول کا ہے۔ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا $\frac{18}{26}$ = اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرتا۔ نبی اکرمؐ اللہ ہی کا حکم دیتے تھے پہنچاتے تھے۔

● ۳ نیز محکمات و متشابہات کو اس طرح متوصّل کرنیکا حکم دیا گیا ہے کہ اصلِ کتاب محکمات ہیں $\frac{3}{7}$ متشابہات اُنکے تابع رکھی جائیں۔

● ۴ چونکہ سُورہ فاتحہ قرآنِ کریم کا پیش لفظ ہے $\frac{15}{87}$۔ اسلئے قرآنِ کریم کی ہر آئت کو سُورہ فاتحہ کیساتھ متوصّل رکھنا لازم ہے۔ جو لوگ اِن چیزوں میں وصل کی بجائے فصل کرتے ہیں انکے متعلق ارشاد ہوا ہے:۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ $\frac{2}{26-27}$ = گمراہ پاتا ہے اللہ بہتوں کو اس قرآن کے ساتھ اور ہدائت یافتہ پاتا ہے بہتوں کو اسکے ساتھ۔ اور نہیں گمراہ پاتا مگر فاسقوں کو، جو اللہ کے ساتھ (اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کا) پکّا وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔ اور اُن چیزوں کو جدا جدا کر دیتے ہیں کہ اللہ نے اُنکے ملانے کا حکم دیا ہے۔ پس لازم ہے کہ قرآن فہمی کے اس اصُول کے مطابق مذکورہ بالا چار چیزوں میں ہرگز فصل نہ کیا جائے جن کے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔

۱۵۔ قرآن مجید کی کوئی آئت منسوخ نہیں

● لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ $\frac{10}{64}$ = اللہ تعالیٰ کے کلمات کیلئے بدلنا ہے ہی نہیں۔

● لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ $\frac{6}{115}$ = اُسکے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔

● مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ $\frac{50}{29}$ = میرے ہاں قول بدلا نہیں جاتا۔ اب رہا یہ سوال کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا $\frac{2}{106}$ کا کیا مفہوم ہے۔ واضح رہے آیتُ اللہ کے عدم نسخ کا اٹل فیصلہ تو آپ $\frac{10}{64}$ + $\frac{6}{115}$ + $\frac{50}{29}$ میں ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں۔ $\frac{2}{104}$ میں بتایا گیا ہے کہ یہودی شیطان نبی اکرمؐ کو مخاطب کرتے ہوئے رَاعِنَا کہا کرتے تھے زبان کی لچک کیساتھ رَاعِیْنَا۔